جھوٹ کے خلاف جنگ ایک عظیم جہاد ہے

مباہلہ کا بیان اور رمضان کے فضائل

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9 جنوری 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیتِ کریمہ کی تلاوت فرمائی:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (البقرۃ:187)

پھر فرمایا:

رمضان المبارک کے تعلق میں جو اس آیت کی میں تفسیر بیان کر رہا تھا اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں رمضان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلا رہا تھا۔ یہ وہی آیت ہے جس کی اب پھر میں نے تلاوت کی ہے اور اس آیت وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ کا تعلق ہمارے مباہلہ کے سال کے ساتھ بھی ہے اور آئندہ بھی یہ آیت جماعت احمدیہ کے حق میں ایک عظیم ستون کا کام دے گی جس کے سہارے جماعت احمدیہ ہر آفت سے بچے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قریب ہونے کا وعدہ ہے اور اپنے بندوں سے یہ توقع ہے فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ کہ وہ میری باتوں کا بھی جواب ہاں میں دیں اور جو میں ان سے توقع رکھتا ہوں اس کو پورا کریں یہ دو مشروط وعدے ہیں۔ پس اگر جماعت احمدیہ ہمیشہ اس بنیادی آیت کو اپنا اصول بنائے رکھے تو ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہم سے کبھی کسی پہلو سے بھی گریزاں ہو جائے وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ انشاء اللہ۔

اور اب خصوصیت سے اس رمضان میں اس کی ضرورت ہے۔ جو جمعہ آج طلوع ہوا ہے یہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ تمام دُنیا کے مولویوں کو جو شرارت میں پیش پیش تھے اور ہیں ان کو میں نے 10 جنوری 1997ء یعنی پچھلے سال رمضان المبارک کے آغاز میں یہ چیلنج دیا تھا آج بھی 10 رمضان المبارک ہے تو Friday the 10th بھی دونوں طرح سے پورا اُتر رہا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے اپنی طرف سے وہ ایسے انتظام فرماتا ہے کہ بعض خوشخبریوں کو اس طرح ترتیب دے دیتا ہے کہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ پس 10 جنوری کو جمعہ کے دن جو میں نے چیلنج دیا تھا آج 10 رمضان المبارک میں وہ سال پورا ہو رہا ہے۔ اس سال میں کس حد تک ہمیں کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں یہ ایک کھلی کھلی حقیقت ہے، کھلی کھلی کتاب ہے جسے دشمن بھی پڑھ سکتا ہے، پڑھ رہا ہے اور بے چین ہے اور خطرناک جوابی حملوں کی کارروائیاں شروع ہو چکی ہیں اور ان کی تفصیل میں سر دست تو میں نہیں جاؤں گا لیکن میں اشارۃً آپ کو بتا دوں گا۔ سب سے پہلے میں اپنی عبارت آپ کے سامنے رکھتا ہوں تا کہ یہ علماء جو اس مباہلہ کو غلط معنی دیتے ہیں اور انفرادی مباہلوں کی طرف اور دُو بدُو مباہلوں کی طرف کھینچ کے لے جانے کی کوشش کرتے ہیں یہ مباہلہ ہرگز اس قسم کے مباہلوں سے تعلق نہیں رکھتا۔ ایک یک طرفہ دعا تھی جس میں ان کو بھی دعوت دی گئی تھی کہ شامل ہو جاؤ اور پھر دیکھو کہ تمہاری دعا تم پر الٹتی ہے یا نہیں، ہماری دعا ہم پر الٹتی ہے یا نہیں اور تم سے خدا کا کیا سلوک ہو رہا ہے اس عرصہ میں اور ہم سے کیا سلوک ہو رہا ہے۔ یہ کھلی کھلی بات تھی۔ یہ سال گزر گیا اور یہ بات واضح ہو چکی۔ اب گزرے ہوئے سال کے واقعات کو وہ تبدیل نہیں کر سکتے۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ وقت ملا، موقع ملا تو جلسہ سالانہ کے خطاب میں مَیں انشاء اللہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ الفاظ سن لیجئے تا کہ آپ کو یاد دہانی ہو جائے۔

''تم نے معاملات کو آخری حد تک پہنچا دیا ہے اور اس پہلو سے اللہ تمہیں مہلت بھی دے رہا ہے اور دے چکا ہے مگر تمہارے پکڑنے کے دن آئیں گے اور لازماً آئیں گے۔ یہ وہ تقدیر ہے جسے تم ٹال نہیں سکتے۔''

اب پاکستانی اخبارات اور دُنیا بھر کے اخبارات کی رُو سے جب میں اعداد و شمار آپ کو سناؤں گا تو آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ دن آ گئے ہیں کہ نہیں آئے۔ بالکل کھلی حقیقت ہے۔

''مگر تمہارے پکڑنے کے دن آئیں گے اور لازماً آئیں گے یہ وہ تقدیر ہے جسے تم ٹال نہیں سکتے۔ میں آج اس جمعہ میں اعلان کرتا ہوں کہ لازماً تم پر ذلتوں کی مار پڑنے والی ہے۔''

(خطبات طاہر جلد 16، صفحہ:24، خطبہ جمعہ 10 جنوری 1997ء)

ان کے اپنے اقرار سے میں جلسہ سالانہ پر انشاءاللہ آپ کو دکھاؤں گا کہ یہ سال سو فیصد اس مباہلہ کے حق میں جو جماعت احمدیہ نے پیش کیا تھا گواہی دے چکا ہے اور ان گواہیوں کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا تو ایک دوسرے کے متعلق کہہ رہے ہیں کہ تم پہ ذلتوں کی مار پڑی ہوئی ہے اور یہی مار ہے جو انشاءاللہ اگلے سال بھی جاری رہے گی۔ اس تقدیر کو بدل کے دکھاؤ تب میں اس بات کو قابل قبول سمجھوں گا کہ تم سے مزید گفتگو کی جائے یا نہ کی جائے۔ پہلے یہ مباہلہ کا سال تو نپٹا لو۔ میں جو اعلان کررہا ہوں کہ تم پر لازماً کھلی کھلی خدا کی مار پڑنے والی ہے اس کو بدل کے دکھا دو جب بدل دو گے تو پھر آ کے بات کرنا کہ آیئے اب مناظرہ بھی کر لیجئے۔ اب مناظرے کے رستے بند ہیں اور یہ الٰہی فیصلہ ہے جو جاری ہونے والا ہے اور ہو کے رہے گا۔ یہ ہے اعلان مباہلہ کا۔ جہاں تک جماعت کا تعلق ہے میں نے جماعت کو یہ نصیحت کی تھی:

''پس اس جمعہ پر میں ایک فیصلہ کن رمضان کی توقع رکھتے ہوئے۔ (یہ گزشتہ سال کا رمضان تھا جس کو میں کہہ رہا ہوں کہ فیصلہ کن رمضان ہے) جماعت احمدیہ کو تاکید کرتا ہوں کہ اس رمضان کو خاص طور پر ان دعاؤں کے لئے وقف کر دیں کہ اے اللہ! اب ان کے اور ہمارے درمیان فیصلہ فرما کہ تو اَحۡكَمُ الۡحَاكِمِيۡن ہے، تجھ سے بہتر کوئی فیصلہ فرمانے والا نہیں۔''

(خطبات طاہر جلد 16، صفحہ:27، خطبہ جمعہ 10 جنوری 1997ء)

مجھے یقین ہے کہ جماعت نے اس نصیحت کو پلّو سے باندھ لیا اور دعائیں کیں۔ اگر یہ دعائیں نہ کی ہوتیں تو یہ نتیجہ ظاہر نہ ہوتا جو آپ کے سامنے ہے، سب دُنیا کے سامنے ہے۔ پھر جن لوگوں کے متعلق دعا ہے عامّۃ النّاس کے مٹائے جانے کی کوئی دعا نہیں بلکہ ہمیشہ میں اس سے گریز کرتا ہوں کہ نَعُوۡذُ

بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ پاکستان کے عوام کے خلاف کوئی بد دعا دوں لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک الہام سے ظاہر ہے کہ جو لوگوں کے اوّل صف کے لوگ ہیں، ان کے لیڈر ہیں ان میں سے شریروں کو مٹا دے تو یہ دعا ہمیشہ مولوی جان بوجھ کر توڑتے مروڑتے اور عوام النّاس کو کہتے ہیں تمہارے خلاف بد دعا دی ہے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ نہ میں آپ سے توقع رکھتا ہوں نہ میں نے کبھی کی۔ ہماری تو ہر ممکن کوشش یہ ہے کہ پاکستان کے عوام اپنے مُلّانوں کی ذلّت کی مار سے بچائے جائیں جو آخر ان پر پڑنی ہے کیونکہ جس قسم کے راہنما ہوں آخر ان کی قوم علماء کی بدحرکتوں کے نتائج سے بچ نہیں سکتی۔ یہ وہ سلسلہ ہے جس کے متعلق میں نے یہ بیان کیا تھا:

> ”اے خدا! اب ان سب فراعین کی صف لپیٹ دے جو مسلسل تکبر میں اور جھوٹ میں پہلے سے بڑھ بڑھ کر چھلانگیں لگا رہے ہیں اور ظلم اور بے حیائی سے باز نہیں آ رہے۔ پس ہمارے لئے یہ سال یا اس سے اگلا سال ملا کر ان سب کو ایسا فیصلہ کن کر دے۔ (یعنی ان دونوں سالوں کو) کہ یہ صدی خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دشمن کی پوری ناکامی اور نامرادی کی صدی بن کر ڈوبے اور نئی صدی احمدیت کی نئی شان کا سورج لے کر ابھرے۔ یہ وہ دعائیں ہیں جو اس رمضان میں مَیں چاہتا ہوں کہ آپ بطور خاص کریں۔“

(خطبات طاہر جلد 16 صفحہ:28، 29، خطبہ جمعہ 10 جنوری 1997ء)

یہ جو حصّہ ہے، اگلا سال، ان شیاطین کو مٹا دے جو فراعین ہیں اور تکبر میں مبتلا ہیں۔ پاکستان کی ساری تاریخ آغاز سے لے کر اب تک کی اس بات پہ گواہ ہے اور اب پاکستان کے اخباروں میں یہ اعداد و شمار بڑی نمایاں سرخیوں کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں کہ اس سال جس کثرت سے ملّاں ہلاک ہوا ہے اور غیر طبعی موت مرا ہے اور بعض مُلّاؤں کی لاشیں کتوں کی طرح بازاروں میں گھسیٹی گئی ہیں یہ ایک دوسرے پر ہی مار پڑ رہی ہے۔ یہ جو وبال ہے یہ سال بتا رہا ہے کہ ہماری دعائیں قبول ہوئیں۔ یہ کہتے ہیں تمہاری دعائیں نہیں یہ ویسے ہی ہو گیا ہے۔ یہ ویسے کیسے ہو گیا، ساری عمر کبھی نہیں ہوا اللہ تعالیٰ کو بیٹھے بیٹھے یہ کیا خیال آ گیا کہ جو احمدیت کے اشد ترین دشمن ہیں ان کو ایک دوسرے کے ہاتھوں مروایا جائے اور سو فی صد ثابت ہو کہ اس میں جماعت احمدیہ کا کوئی ہاتھ نہیں۔ کہتے تو ہیں کہ جماعت احمدیہ کا ہاتھ ہے مگر جب پوچھا جائے کہ دکھاؤ وہ ہاتھ کہاں ہے تو کچھ سمجھ نہیں آتی۔ یہ جانتے

ہیں جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ بھی جھوٹ بول رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ کا ہاتھ ہے۔ ان کو پتا ہے کہ ان کا ایک دوسرے کا ہاتھ ہے اور اگلا سال ابھی باقی ہے جس میں یہ بہت سی توقعات لگائے بیٹھے ہیں یعنی 1998ء کا سال۔ یہ سال جس میں سے ہم اب گزر رہے ہیں۔

اس سال کے متعلق میں صرف اتنا عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ سال تو گزر چکا ہے اس میں جو کچھ انہوں نے کرنا تھا کر دیکھا۔ حکومتیں بھی ان کو، بڑی جابر حکومتیں جو تمام امور کی لگامیں ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھیں وہ بھی ملیں لیکن جو مرضی کر لیں اب اس گزرے ہوئے سال کو یہ تبدیل نہیں کر سکتے۔ ان کے جو منصوبے تھے وہ جاری ہیں پہلے سے بہت زیادہ شدت کے ساتھ جاری ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے میرے منہ سے اس وقت 1998ء کا سال بھی نکال دیا۔ تو یہ سال تو ہار گئے بہرحال، اگلا بھی بہرحال ہارنا ہے لیکن ان کی کوششیں 1998ء میں پورے عروج پر ہوں گی اور اس کے متعلق ہماری نظر ہے کہاں کیسی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ صدر Jammeh گیمبیا کے جو صدر ہیں ان کے ساتھ جو سلوک کیا گیا تھا، ان کو ریڈ کارپٹ Treatment اور ان کو ایک ہیرو کے طور پر (پیش کرنا) اور ان کو سعودی عرب کے میڈل دینا یہ ساری باتیں اب صدر سینیگال جو خود فرانسیسی بولنے والے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اپنے طور پر، ذاتی طور پر کوئی تعصب نہیں رکھنے والے ہیں، ان کو بعینہٖ یہی Treatment دی گئی، یہی ان کے ساتھ سلوک کیا گیا اور اس میں پیش پیش صدر Jammeh صاحب تھے۔ جس طرح وہاں ان کو گولڈ میڈل ملا کہ اسلام کی بڑی خدمت کی گئی ہے اور نمایاں طور پر دکھایا گیا کہ اس طرح سعودی عرب ان کا احترام کرتا ہے، یہ عظیم الشان فاتح جرنیل ہیں یہ Jammeh صاحب دوڑے پھرتے رہے اور جو کچھ ان کے ساتھ ہو چکی تھی وہی اب ان کے ساتھ کروا رہے ہیں اور اس کی باگ ڈور ساری پاکستان میں ہے اور وہ بیچارے سمجھ رہے ہیں کہ ہمیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔ ساری ہماری نظر ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ اوّل تو یہ کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ انہی لوگوں میں سے کچھ نیک نفس جماعت کے حمایتی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اپنی حکومت کو بتائے بغیر وہ جماعت کو اطلاع کرتے ہیں حالانکہ جماعت سے اُن کا کوئی تعلق بھی نہیں۔ اس لئے یہ خیال کہ ہماری جاسوسی کا کوئی اثر ہے ہرگز غلط اور جھوٹا خیال ہے۔ ایک ذرّہ بھی ہمیں جاسوسی کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ ہمارا نگران ہے اور وہی معاملات پر نظر رکھتا ہے اور ہمیں

مطلع فرماتا ہے۔ دوسرا ان کے اپنے مُلّا نے منہ پھٹ ہیں۔ وہ برداشت کر ہی نہیں سکتے انہوں نے ضرور پھکڑ تولنے ہیں۔ اس لئے دو ذریعے ہیں جن سے ہمیں خبریں ملتی ہیں۔ پہلا ذریعہ ان کے اپنے مقرر کردہ، قابل اعتماد حکومت کے کارندے ہیں جن میں ایک بھی احمدی نہیں ان سے بیٹھ کر جو باتیں کرتے ہیں ان کا دل بولتا ہے کہ جھوٹ اور بکواس ہے اور وہ اپنے ذرائع سے جس طرح بھی ہو سکے ہمیں خبریں پہنچا دیتے ہیں۔

اب بتائیں اس میں احمدیوں کی سازش کہاں سے آگئی۔ اگر سازش ہے تو تم نے اے احمدیت کی مخالفت کرنے والے گروہوں کے سربراہو! تم نے خود مقرر کئے ہیں یہ آدمی اور تم گھبرا گھبرا کر چاروں طرف دیکھتے ہو کہ یہ ہیں کون، کہاں سے بولے ہیں لیکن تمہارے مقرر کردہ ہیں ہم نہیں بتائیں گے کون ہیں۔ تم ڈھونڈ لو ان کو اور زیادہ بے چینی ہوگی۔ شیشے کے گھر میں بیٹھے ہوئے سب کچھ دکھائی دے رہا ہے۔ اور مُلّاں کو تو نہیں ہم کہہ سکتے کہ ہمارے ایجنٹ ہیں۔ کام وہی کرتے ہیں جو ایجنٹ کیا کرتے ہیں لیکن ہیں وہ ملّاں اور مخالف ملّاں اور پھکڑ باز۔ ملّاں تو برداشت کر ہی نہیں سکتا اس کے ہاتھ میں کسی قسم کا کوئی راز آجائے تو دُنیا کو یہ بتانے کے لئے کہ میں نے کروایا ہے، میں احمدیت کی مخالفت میں یہ کام کرا رہا ہوں اس نے ضرور پھکڑ تولنے ہیں۔ آپ مُلّاں کی زبان نکلوا دیں گے تو اشاروں سے بتائے گا کہ میں نے یہ کام کروایا ہے۔ اس لئے دو ہمارے ذرائع ہیں جو اللہ کے فضل سے ہمیشہ ہماری مدد کرتے ہیں یعنی اللہ کی تقدیر کے تابع اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

پس جو کچھ ڈاکار Dakar میں ہو رہا ہے کس طرح پاکستان کا ایمبیسیڈر اس میں ملوث ہے، کس طرح پاکستان میں ان باتوں کی طنابیں ہیں، کیا مشورے دئے جاتے ہیں، کس طرح صدر Jammeh کو بتایا جاتا ہے کہ اب تم اور تمہارے نمائندے بھاگے بھاگے ڈاکار جاؤ اور ڈاکار کو احمدیت کی مخالفت کا اڈّا بنا لو۔ یہ وہ بات ہے جو وہ عملاً اس حیثیت سے کر چکے ہیں کہ وہاں اب جو رابطہ عالم اسلامی کا اڈا ہے وہ ڈاکار میں قائم کر دیا گیا ہے۔ کیا نتیجے پیدا ہونگے اس کے؟ اس سے پہلے رابطہ عالم اسلامی کی جو کارروائیاں تھیں ان کو اللہ تعالیٰ نے نکبت کی مار دی ہے، ذلت کی مار دی ہے، آج بھی یہی تقدیر جاری ہوگی اور انشاء اللہ تعالیٰ اس سال یعنی 1998ء کے سال میں جیسا کہ گزشتہ مباہلہ کی دعا میں اللہ نے میرے منہ سے نکلوا دیا تھا کہ 1997ء کا سال کافی نہیں 1998ء کے لئے بھی

دعائیں کرو۔ اس لئے میں اُمید رکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ 1998ء کے سال کے لئے بھی اسی طرح دعائیں کرتی رہے گی اور پہلے سے زیادہ بڑھ کے شدت سے دعائیں کرے گی، یہی دعائیں ہیں جو ہمارا سہارا ہیں اس کے علاوہ ہمارا کوئی سہارا نہیں۔ اِنَّھُمۡ یَکِیۡدُوۡنَ کَیۡدًا ۙ﴿۱۶﴾ وَّ اَکِیۡدُ کَیۡدًا ﴿ۚ۱۷﴾ فَمَھِّلِ الۡکٰفِرِیۡنَ اَمۡھِلۡھُمۡ رُوَیۡدًا ﴿۱۸﴾ (الطارق: 16 تا 18) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّھُمۡ یَکِیۡدُوۡنَ کَیۡدًا یہ بڑی تدبیریں کررہے ہیں۔ تم یہ نہ خیال کرو کہ تدبیروں کے بغیر بیٹھے ہوئے ہیں، بڑے پلان بنارہے ہیں۔ وَ اَکِیۡدُ کَیۡدًا لیکن میں بھی باخبر ہوں، میں بھی جوابی پلان تیار کررہا ہوں۔ اس میں جو میرے لئے راہنما اصول تھا وہ یہ تھا کہ میں بھی جوابی کارروائی کے لئے ہر ممکن صلاحیت کو استعمال کروں کیونکہ اس دُنیا میں مَیں اس وقت خدا تعالیٰ کا نمائندہ بن کر اسلام کی خدمت پر مامور ہوں اور اس پہلو سے جماعت کے خلاف جتنی بھی مکّاریاں ہورہی ہیں ان کا اس دُنیا میں جواب دینا میرا فرض ہے کیونکہ وَ اَکِیۡدُ کَیۡدًا جو خدا کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ''کید'' بندوں کے ذریعہ جاری کی جاتی ہے۔

وَ اَکِیۡدُ کَیۡدًا کا یہ مطلب نہیں کہ میں آسمان سے کوئی تدبیریں کررہا ہوں اور وہیں رہیں گی۔ وہ تدبیریں آسمان سے نیچے اترتی ہیں اور اللہ جس کو پسند فرماتا ہے اس کو عقل اور شعور بخشتا ہے، اس کو صلاحیتیں دیتا ہے کہ وہ ان تدبیروں کا بھرپور توڑ کرے۔ پس آپ کو اس معاملہ میں کسی فکر کی ضرورت نہیں یہ توڑ کرنا میرا فرض ہے۔ آپ کے لئے میری نمائندگی کا حق تب ہی ادا ہوگا اگر میں یہ توڑ ہر ممکن کروں، ہر پہلو سے، ہر ذریعہ کو استعمال کروں لیکن یہ یقین رکھتے ہوئے کہ یہ دنیاوی کارروائیاں نہیں بلکہ وَ اَکِیۡدُ کَیۡدًا کا جواب ہے جو آسمان پر اللہ تدبیر فرمارہا ہے وہ نیچے اتار رہا ہے اور اپنے ان بندوں کو جن کو استعمال کرنا چاہتا ہے وہ تدبیریں سمجھاتا ہے، سُجھاتا ہے۔ اس لئے بڑی حاضر دماغی کے ساتھ، ہر پہلو کی باریکی پر نظر رکھتے ہوئے جتنی بھی تدبیریں ممکن ہوسکتی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم کررہے ہیں لیکن ان تدبیروں کا فیصلہ آپ کی دعائیں کریں گی، اس رمضان کی دعائیں جو باقی ہے اور سارے سال کی دعائیں۔ اس لئے 1997ء کی طرح 1998ء کا سال بھی ہمارا ہے، ہمارا رہے گا اور کوئی دُنیا کی طاقت اس سال کو ہم سے چھین نہیں سکتی۔ اس یقین کے ساتھ اب آگے بڑھیں اور اس یقین کے ساتھ دعائیں کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا نتیجہ آپ دیکھیں گے کہ یہی

ہوگا جو میں کہہ رہا ہوں۔ اب میں واپس آتا ہوں۔ یہ جو رابطہ عالم اسلامی، ڈاکار، یہ سب کچھ جو مجھے کوائف دئے گئے ہیں لیکن ان کو یہاں پڑھنے کی ضرورت نہیں یہ سب اب بے معنی ہو گئے ہیں جو خلاصہ تھا بات کا وہ میں نے بیان کر دیا ہے۔ اب اس آیت کریمہ کی روشنی میں احادیث نبویہ ﷺ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

بخاری کِتَابُ الصَّوْمِ بَابُ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا، پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں یعنی اس کا روزہ رکھنا بے کار ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور، حدیث نمبر:1903)

یہ وہ حدیث ہے جو غالباً ہر رمضان میں مَیں بیان کرتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک یہ مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ رمضان کو سنوارنے کے لحاظ سے بھی اور آپ کی زندگی، آپ کی عقبیٰ کو سنوارنے کے لحاظ سے بھی۔ جھوٹ جو قَوْلَ الزُّور کہلاتا ہے یہ انتہائی ذلیل چیز ہے جو دُنیا میں بھی انسان کو ضرور نامرادی کا مزہ چکھاتی ہے اور آخرت میں بھی وہ ہر نیکی سے محروم ہو جاتا ہے۔ پس صداقت کو اپنائیں اور جھوٹ کو ہر پہلو سے ردّ کر دیں۔ اپنے روزمرّہ کے معاملات میں، اپنے بچوں سے باتوں میں، اپنی بیوی سے باتوں میں، بیوی کا اپنے ماں باپ سے سلوک، خاوند کے ماں باپ سے سلوک اور اندرونی باتوں میں پردے ڈالنے کی کوشش کرنا یہ سارے وہ امور ہیں جو کسی نہ کسی رنگ میں جھوٹ کی ملونی رکھتے ہیں اور شاید ہی کوئی گھر ہو، بعض ایسے ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے وہ تقاضے پورے کرتے ہیں، مگر شاید ہی ایسے گھر ہوں یعنی کم ہونگے جن کے متعلق میں سو فیصدی یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کے معاملات میں جھوٹ کی کوئی بھی ملونی نہیں۔ نیکیاں بہت ہیں، بدیوں سے اجتناب کرتے ہیں، لیکن جب اپنے نفس کو ضرورت پیش آئے تو چھوٹا ہو یا بڑا ہو جھوٹ سے ان کا پرہیز نہیں رہ سکتا اور یہ جو چیز ہے یہ ان کے تقویٰ کو ننگا کر دیتی ہے۔ جب بھی جھوٹ اپنی مجبوری کے پیش نظر بولا جائے وہ جھوٹ اصل جھوٹ ہے جو شرک کی طرف مائل کرتا ہے۔ جو بے ضرورت جھوٹ ہیں روزمرّہ کے جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہاری لغو قسموں کی طرف

اللہ توجہ نہیں دے گا۔ بعض دفعہ چھوٹے چھوٹے جھوٹ بے اختیار منہ سے نکل ہی جاتے ہیں کچھ زیب داستان کے لئے، کچھ کسی اور مقصد کے لئے لیکن ان میں اپنے نفس کو یا اپنے ساتھیوں کو بچانا مقصود نہیں ہوتا۔ جہاں تک ممکن ہو اس جھوٹ سے بھی اعراض لازم ہے لیکن عموماً سوسائٹی میں انسان لاشعوری طور پر ایسے جھوٹوں میں ملوث ہو ہی جاتا ہے اس حد تک یہ شرک نہیں ہیں، اس حد تک گناہ کبیرہ ہونے کے باوجود گناہ صغیرہ کا رنگ رکھتے ہیں یعنی جھوٹ تو کبیرہ گناہ ہے لیکن بالارادہ نہیں بولا جا رہا، کسی کو دھوکا دینے کی خاطر نہیں بولا جا رہا، اپنے جھوٹے مقاصد حاصل کرنے کی خاطر نہیں بولا جا رہا اس پہلو سے ایسا جھوٹ عملاً صغیرہ رہتا ہے اور جھوٹی قسموں والی بات کے تابع اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرما دیتا ہے لیکن جب اس جھوٹ کو عام سوسائٹی میں شہرت حاصل ہو جائے یعنی سوسائٹی میں عام طور پر اس قسم کے جھوٹ کا غلبہ ہو جائے تو میرا تجربہ ہے کہ ایسی سوسائٹیاں لازماً پھر بڑے جھوٹ میں ملوث ہونے لگتی ہیں۔ ان کا امتحان اس وقت آتا ہے جب ان کی اپنی ضرورت ان کو مجبور کرتی ہے کہ کوئی جھوٹ بولیں۔ اگر انہوں نے اپنی ضرورت کی خاطر کوئی جھوٹ بولا تو پہلے سارے لغو جھوٹ اُن کے گناہِ کبائر بن جائیں گے۔ یہ امتحان ہے، یہ Test Case ہے۔ ایسا شخص اگر اس وقت رک جائے جب اس کے مفادات اس سے تقاضا کریں کہ تم ضرور جھوٹ بولو اور کوڑی کی بھی پروانہ کرے کہ اس کی ذات کے ساتھ کیا ہوتا ہے ایسی صورت میں اس کے وہ سارے جھوٹ لغویات میں سے ہوں گے جن سے مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا لیکن جہاں امتحان درپیش ہوا، جہاں اس نے ٹھوکر کھائی اور اپنے مقاصد یا اپنے رشتے داروں کے مقاصد کی خاطر جھوٹ کا سہارا لے لیا تو وہیں اس کی ساری لغویات کبائر میں شمار ہو جائیں گی۔

یہ ایک اہم نکتہ ہے جسے آپ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کیوں کہ لغویات اسی وقت تک لغویات ہیں جب تک وہ شرک پہ منتج نہیں ہوتیں۔ جونہی ایسا شخص واضح طور پر شرک میں ملوث ہو گیا وہ پھر لغویات نہیں کہلائیں گی۔ وہ اسکی روزمرّہ کی حرکتیں اس کا ایک شرک میں ملوث ہونا ثابت کریں گی۔ پس میں آپ سے اُمید رکھتا ہوں کہ اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جتنا بھی گہرا غور کریں گے آپ مزید عارفانہ نکات حاصل کرتے رہیں گے کیونکہ جھوٹ کے خلاف جنگ ایک بہت عظیم جہاد ہے۔ جماعت احمدیہ کا جہاد کا دعویٰ اس وقت تک سچا ثابت نہیں ہو سکتا جب تک عالمی طور پر جماعت احمدیہ

جھوٹ کے خلاف جہاد کا علم بلند نہ کرے۔ پس میں اُمید رکھتا ہوں کہ آپ بھی صرف بھوکا پیاسا رہنے کو روزہ قرار نہیں دیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جھوٹ سے اجتناب کی باریک راہیں اختیار کریں گے اور اپنے نفس کو کھنگالتے رہیں گے۔ جہاں آپ کو جھوٹ نظر آئے گا وہ آپ کا دشمن، کینہ توز آپ کے دل میں کمین گاہ بنا کے کہیں بیٹھا ہوا ہے جب اس کو موقع ملے گا وہ آپ پر حملہ کر دے گا اس حملہ سے وہ باز نہیں آئے گا۔ پس یہ ایک شرک کا بُت ہے جو ہر دل میں پنہاں ہے۔ کہیں اونچا سطح کے قریب، کہیں نیچا، گہرا اور تہہ میں۔ اس بُت کو توڑنا ہے۔ اگر آپ اس بُت کو توڑ دیں گے تو ابراہیمؑ کی طرح بُت شکن کہلائیں گے۔ اگر اس بت کو نہیں توڑیں گے تو سارے بت اٹھ کھڑے ہوں گے اور آپ کا دل صنم خانہ بن جائے گا۔ ایسا دل اللہ کے قیام کے لئے مسجد نہیں بنا کرتا۔ پس اُمید ہے کہ آپ اس مضمون کو خوب اچھی طرح سمجھ کر اپنی زندگی میں جاری فرمائیں گے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ:

”ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں فرض نمازیں ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام گردانوں اور اس سے زائد کوئی عمل نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہوسکوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس شخص نے کہا خدا کی قسم میں ان کاموں سے کچھ زائد نہیں کروں گا۔“

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان الذی یدخل بہ الجنۃ، حدیث نمبر: 110)

اب یہ جو مضمون ہے یہ بظاہر ایک ایسا مضمون ہے کہ انسان اپنی نیکیوں میں اپنے آپ کو محدود کر رہا ہے کہ میں اس سے آگے نہیں بڑھوں گا، ہر گز کوئی نفلی کام نہیں ادا کروں گا پھر بھی جنت میں جاؤں گا کہ نہیں۔ یہ کم سے کم شرائط ہیں جو ایک مومن کے لئے جنت میں داخل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ اس سے جہاں نیچے گرا وہ اگلا جہنم کا زینہ ہے جس میں ایک قدم نیچے اتر آئے گا لیکن ان بنیادی شرائط کو اگر وہ پورا کرتا ہے تو وہ جنتی ہے لیکن یہ شرائط کوئی معمولی نہیں ہیں اور نوافل ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر وہ شخص بغیر نوافل کے ان کی حفاظت کر سکتا تھا تو آنحضرت ﷺ نے اس شرط کے ساتھ اسے ہاں کہا ہے، کر سکتے ہو تو کرو لیکن یہ پکی بات ہے اگر اپنے عہد پر قائم رہے تو تم جنّت میں جاؤ گے۔

اب دیکھیں ’’فرض نمازیں ادا کروں‘‘ اب فرض نمازوں کا ادا کرنا ایک بہت بڑا دعویٰ ہے۔ان نمازوں کا جو کھڑی ہوتی ہیں جن کو کھڑا رکھا جاتا ہے، جن کی حفاظت کی جاتی ہے تو بظاہر اس نے چھوٹی بات کی لیکن بہت بڑی بات کر گیا۔ پھر’’ رمضان کے روزے رکھوں گا‘‘ یعنی روزے رکھنے سے مراد ان شرائط کے ساتھ جیسا کہ رمضان کے روزوں کا حق ہے۔’’ حلال کو حلال اور حرام کو حرام گردانوں گا۔‘‘ اب دیکھیں کتنی بڑی آزمائشوں سے بچنے کا اس نے وعدہ کیا ہے۔’’حرام کو حرام‘‘ حالانکہ انسانی زندگی میں بکثرت ایسے مواقع پیش آتے ہیں کہ اس کا مال عملاً حرام کی ملونی رکھتا ہے اور یہ وعدہ کر رہا ہے کہ میں حرام کو حرام جانوں گا ہرگز اس میں غیر حلال کی ملونی داخل نہیں ہونے دوں گا۔ یہ تو بہت ہی باریک نیکی کا دعویٰ ہے، بڑی احتیاط کا دعویٰ ہے تمام امور پر نظر رکھنے کا، اپنی کمائی پر ہر طرف سے نظر رکھنے کا دعویٰ ہے۔آپ میں کتنے ہیں جو اس دعویٰ کو پورا کرتے ہیں یا اس پر پورا اترتے ہیں؟’’اس سے زائد کوئی عمل نہ کروں گا۔‘‘ کتنے ہیں جو اس سے زائد عمل کرتے ہیں؟ آپ میں سے جو روزہ دار ہیں مجھے نہ بتائیں اپنے گھر جا کے سوچیں کیا حرام کو حرام سمجھنے کے ہر پہلو پر ان کی نظر ہے؟ پھر بھی جنت کے ہم اُمیدوار بنے بیٹھے ہیں اور اللہ کا فضل یقیناً اگر شامل حال ہو تو ہمیں جنت میں داخل فرمائے گا لیکن ان کمزوریوں کے باوجود جو حلال کو حلال نہ سمجھنے کی کمزوریاں ہیں اور حرام کو حرام نہ سمجھنے کی کمزوریاں ہیں۔اس لئے یاد رکھیں کہ یہ حدیث بہت بڑا تقاضا کر رہی ہے، دینی عمل کو آسان نہیں بنا رہی۔لوگ سمجھتے ہیں چھٹی ہوگئی بنیادی باتیں سب پوری کر دیں۔ بنیادی باتیں پوری کریں گے تب پتا چلے گا کہ چھٹی کوئی نہیں ہوئی تھی اور سفر کا آغاز ہوا ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چونکہ فرمایا کہ ’ہاں‘ اس لئے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ توفیق عطا فرمائی ہوگی۔اب یہ سمجھ نہیں آئی کہ اس میں اس شخص کا نام کیوں نہیں دیا گیا، اس میں حکمت ضرور ہوگی۔حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، یہ پتا کرنا چاہئے کہ کیا اس کا نام بھی کہیں مذکور ہے کہ نہیں۔ یا یہ بھی ایک طریق تھا۔مجھے اس لئے دلچسپی ہے کہ بعض دفعہ حضرت جبرائیلؑ انسانی شکل میں متمثل ہوا کرتے تھے اور دین کے تمام پہلو مسلمانوں کو سکھانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے، ادنیٰ پہلو بھی اور سب سے بالا پہلو بھی۔مختلف سوالوں سے ظاہر ہو جایا کرتا تھا تو مجھے یہ شک پڑ رہا ہے کہ یہ کہیں جبرائیلؑ تو نہیں تھے جنہوں نے انسانی روپ

دھار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کیونکہ اگر مدینہ کی سوسائٹی میں کوئی معروف شخص ایسا ہوتا تو عجب نہیں تھا کہ حضرت جابرؓ اس کا نام لے دیتے۔ اس لئے اگر کسی حدیث میں نام ہے تو الگ بات ہے مگر مجھے یہ خیال گزر رہا ہے کہ یہ حضرت جبرائیلؑ کا دین سکھانے کا طریق تھا۔

جامع الترمذی کتاب الصوم، رمضان میں شیاطین کا جکڑا جانا اور ابواب جنت کا کھلنا۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ... الخ، اس کا میں ترجمہ آپ کو سنا دیتا ہوں۔ یہ وہ حدیث ہے جو ہر رمضان کے دوران جمعوں میں جب میں رمضان کے تقاضوں اور باریک راہوں کا ذکر کرتا ہوں، یہ حدیث بھی ہمیشہ سنایا کرتا ہوں۔ اب بھی میں اس کو پھر سناؤں گا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر دفعہ جب تکرار ہوتی ہے تو وہ واقعی تکرار ہی ہوا کرتی ہے۔ ہر دفعہ جو تکرار ہوتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کوئی نئے مضمون بھی سمجھا دیتا ہے جو پہلے نہیں بیان کئے گئے اور ایسی تکرار جو بنیادی نیک باتوں کی تکرار ہو اس سے اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کی ہدایت فرمائی ہے۔ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (الاعلیٰ: 10) تجھ پر فرض ہے کہ مرکزی نصیحت کی باتیں بار بار دہراتا رہ اور کثرت سے بیان کرتا کہ خوب اچھی طرح دلوں میں جاگزیں ہو جائیں۔ پس اس پہلو سے بعض لوگ جو ہر دفعہ یہ سنتے ہوں گے۔ ان کو خیال کرنا چاہئے کہ وہ سال کی بات بھول بھلا گئے اب ذَکِّر کا تقاضا ہے کہ پھر ان کو یہ باتیں یاد کرائی جائیں۔ یہ حدیث ہے جامع ترمذی کی۔ فرمایا:

”جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور آگ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور اس کا ایک بھی دروازہ کھلا نہیں رکھا جاتا۔“

اب اس حدیث کو اگر آپ صحیح نہ سمجھیں تو یہ ایک غلط بات ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلط بات بیان کر ہی نہیں سکتے۔ آپ اپنے گردوپیش لندن کی گلیوں کو ہی دیکھ لیں اور سارے یورپ، امریکہ ان کو تو درکنار کر دیں، پاکستان اور بنگلہ دیش میں اور دیگر مسلمان ممالک میں جو رمضان کے دوران ظلم ہوتے ہیں اور بے حیائیاں ہوتی ہیں ان سے آج کا اخبار اٹھا کے دیکھ لیں بھرا پڑا ہے۔ قتل و غارت، زنا بالجبر، اغوا، گینگ ریپ اور معصوموں کا قتل۔ کوئی ایک بات بتائیں جو رمضان سے پہلے تو کھلی چھٹی تھی لیکن اب مسلمان اس سے رُک گئے ہوں۔ پس یہ فرمان پھر کیا معنی رکھتا ہے کہ جب ماہ رمضان

کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور آگ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور اس کا ایک بھی دروازہ کھلا نہیں رکھا جاتا۔ اس حدیث کا واضح اور قطعی مطلب یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے نیک بندے جن کو رمضان کے علاوہ عام دنوں میں شیطان بہکاتے رہتے ہیں اور کسی حد تک کبھی کبھی کامیاب بھی ہو جاتے ہیں اور وہ بڑے لوگ، ''جنّ'' جن کو کہا گیا ہے وہ اپنے اثر کے تابع ان کو راہ راست سے بہکا دیتے ہیں۔ یہ خدا کے بندے اگر واقعۃً اللہ کے بندے ہیں تو پھر رمضان کی پہلی رات ان کے اندر ایک عظیم تبدیلی رونما ہوتی ہے، ہر شیطان کے خلاف کمر بستہ ہو جاتے ہیں، ہر بیہودہ خیال کے خلاف اپنی تمام صلاحیتیں استعمال کرتے ہیں اور کسی شیطان، سرکش، گمراہ کرنے والے یا دنیاوی لحاظ سے بڑے انسان کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ ان کی زندگی پر رمضان کے دوران اثر انداز ہو۔ پس رمضان میں ایک اللہ کے بندہ کی جو حالت ہے کس طرح وہ خدا کی طرف اپنے آپ کو Withdraw کر دیتا ہے یعنی اللہ کی طرف اپنے آپ کو پیچھے دھکیلتے دھکیلتے اس کی گود میں جا بیٹھتا ہے یہ وہ بندے ہیں جن کے متعلق فرمایا کہ:

''ایک دروازہ بھی جہنم کا ان پر کھلا نہیں رہتا، کلیۃً ہر دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اور منادی اعلان کرتا ہے کہ اے خیر کے طالب آگے بڑھ اور اے شر کے خواہاں رک جا اور جو آگ سے آزاد کئے جاتے ہیں وہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔''

(جامع الترمذی، أبواب الصوم، باب ماجاء فی فضل شهر رمضان، حدیث نمبر: 682)

اب ہر حدیث اپنے حل کے لئے ایک چابی اپنے اندر رکھتی ہے۔ یہ جو فقرہ اب میں نے پڑھا ہے اسی میں اس کی چابی ہے۔ عباد اللہ، عباد الرحمن یہ ان لوگوں کی بات ہو رہی ہے۔ چنانچہ فرمایا جو آزاد کئے جاتے ہیں وہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔ اب اس میں ایک عظیم الشان خوشخبری ہمارے لئے یہ ہے کہ اگر رمضان کی پہلی رات میں ہم سے ایسا نہیں ہوا تو شر سے، غیر اللہ سے آزادی دلانے کا اعلان ہر رمضان کی رات کو کیا جاتا ہے۔ ہر رمضان کی رات کو اللہ کے فرشتے اترتے ہیں اور یہ اعلان عام کرتے ہیں کہ اے وہ لوگو جو بھی اللہ کے بندے بننا چاہتے ہو، اب بھی شیطان کے شر سے اور اس کی زنجیروں سے آزاد ہونا چاہتے ہو تو آجاؤ۔ اگر آج تم اللہ کے بندے بننے

کا فیصلہ کرو گے تو آج کی رات تمہاری آزادی کی رات ہوگی۔ یہ حدیث ہے جو رمضان کے دوران اور رمضان کی راتوں میں غور کے لئے نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ پس ہر شخص کو، ہر رات کو اپنا محاسبہ کرنا ہوگا کہ یہ رات اس کے لئے آزادی کا پیغام لائی ہے کہ نہیں اور اس کی آزادی کا پیغام اس کے شیطانوں کے جکڑے جانے کا پیغام ہی ہے یعنی مومن کی آزادی اور شیطانوں کا جکڑا جانا یہ بیک وقت ایک ہی معنی رکھتے ہیں اور بیک وقت اطلاق پاتے ہیں۔

اب یہ حدیث بھی ایسی ہی حدیث ہے جس کا ہر سال رمضان المبارک کے خطبوں میں ذکر تو ہوتا ہے لیکن تمام باتیں آنحضرت ﷺ کی باتیں ہیں اور ہر بات ایک نیا مزہ رکھتی ہے، نئی شان رکھتی ہے اور رمضان کی برکات کو سمجھنے میں اور جن چیزوں سے پرہیز لازم ہے ان کو سمجھنے میں بہت مددگار ثابت ہوتی ہے، ان حدیثوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''انسان کے سب کام اس کے اپنے لئے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا ہوں گا۔ (یعنی اس کی اس نیکی کے بدلہ میں اسے اپنا دیدار نصیب کروں گا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ ڈھال ہے پس تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بیہودہ باتیں کرے، نہ شور و شر کرے۔ اگر اس سے کوئی گالی گلوچ کرے یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے کہ میں تو روزہ دار ہوں قسم ہے اس ذات کی۔ (اللہ کی شان ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی قسم دیکھیں کیسی شان دار قسم ہے) جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ (اس سے بڑی قسم مومن بندے اپنے حق میں سوچ بھی نہیں سکتے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بُو بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے اور خوشگوار ہے۔ (کیونکہ اس نے اپنا یہ حال خدا تعالیٰ کی خاطر کیا ہے) روزہ دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں ایک خوشی اسے اس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت ہوگی جب روزہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔''

(سنن النسائی، کتاب الصیام، ذکر الاختلاف علی أبی صالح...، حدیث نمبر: 2218)

یعنی روزہ کی جو لذّت افطاری کے وقت آتی ہے اس کو روزہ دار ہی جانتا ہے کہ کس قدر مزہ کی بات ہے، کیسا دل کشادہ ہو جاتا ہے، فرحت محسوس کرتا ہے پانی کا ایک ایک قطرہ پیارا لگتا ہے لیکن اس کی روح کی لذّت تو وہ ہے جب خدا تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی اور اس کی روح کی ساری پیاسیں بجھائی جائیں گی۔

یہ حدیث بہت گہرے معانی پر مشتمل ہے اور روزمرّہ کے دستور کو دہرایا گیا ہے کہ روزہ کے دوران تمہیں ابتلا پیش آئیں گے۔ کوئی جھگڑے گا، کوئی زیادتی کرے گا، کوئی سختی سے پیش آئے گا تو تمہیں اس کے سوا کوئی جواب نہیں دینا کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس کے بعد روزہ دار کے منہ کی بو کا ذکر ہو گیا۔ یہ کیوں ہوا؟ اس کا کیا تعلق ہے؟ تعلق یہ ہے کہ جو شدید جھگڑے کے وقت بھی منہ نہیں کھولتا اور غلط باتوں سے پرہیز کرتا ہے، کھانے سے بھی اور پینے سے بھی پرہیز کرتا ہے، اس کا منہ اللہ کی خاطر بند ہے اور جب منہ دیر تک بند رہے تو اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ تو ایک طرف یہ فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ میں اللہ کی خاطر خاموش رہوں گا اور اس خاموشی کے نتیجہ میں تمہارے منہ میں جو بدبو سارا دن منہ بند رکھنے سے اور نہ کھانے سے پیدا ہوتی ہے اللہ فرماتا ہے وہ مجھے بہت پیاری لگتی ہے۔ پس یہ سارے معاملات ایک دوسرے سے منسلک ہیں، ان میں ربط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام باہمی ربط سے پہچانا جاتا ہے اور یہ ربط اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالکل ظاہر ہے یعنی آپ غور کریں گے تو ظاہر ہوگا کیوں میں جزا بنتا ہوں؟ یہ بحث ہو رہی ہے۔ فرمایا اس نے اپنا یہ حال خدا تعالیٰ کی خاطر کیا ہے۔ اب مومن تو اپنے منہ کی بو کے متعلق بڑا سخت حسّاس ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے ہمیشہ خوشبو اٹھتی تھی جو پاکیزہ لعاب کے نتیجہ میں ایک پاکیزہ خوشبو ہے جس کو خوشبو کی لہریں آپ نہ بھی قرار دیں تو تازہ منہ رکھنے والے کی جو سانس ہے وہ اپنے اندر ایک ایسی مہک رکھتی ہے کہ اسے ایک خوشبو نہ بھی کہیں تو وہی دل پذیر ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہ ہمیشہ اللہ کی خاطر اس طرح صاف رہتا تھا اور بار بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاف کرتے تھے کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ لعاب دہن کے سوا اور کوئی بُو نہیں آیا کرتی تھی۔

پس فرمایا کہ ’’جس نے اپنا یہ حال خدا کی خاطر بنا لیا ہو۔‘‘ اس سے مجھے لگتا ہے بلکہ یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ میں کتنا پاکیزہ ہوں، میرے منہ میں بھی شاید اس روزہ رکھنے کے نتیجہ میں وہ ہلکی سی بو داخل ہو چکی ہو جس سے میں کتنا پرہیز کرتا ہوں کتنا دور بھاگتا ہوں۔

اس لئے میں بے قابو ہو رہا ہوں جذبات سے کہ یہ فقرہ: ’’جس نے خدا تعالیٰ کی خاطر اپنا یہ حال بنا رکھا ہے۔‘‘ یہ فقرہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد کو دل میں تازہ کرتا ہے اور کھول کے اس روزہ دار کو سامنے لے آتا ہے جس کے مقدر میں دو خوشیاں ہیں۔ لازماً ایسا روزہ دار جب خدا کے رزق پر روزہ کھولتا ہے اور پانی پیتا ہے تو اس کے دل کی کیفیت، اس کے جسم کی کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ دُنیادار اس کا اندازہ بھی نہیں کرسکتا اور پھر ہر روز اللہ سے وہ ملاقات کرتا ہے اور روزہ کی جزا ساری اس کو عطا ہوتی ہے ساری فرحتیں عطا کی جاتی ہیں، ساری پاکیزگیاں عطا کی جاتی ہیں۔ یہ وہ مضمون ہے جو اس حدیث نے ہمارے سامنے کھول کے رکھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کم لوگوں کو خیال آتا ہے کہ یہ اوّل طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود اپنے متعلق بیان ہے۔

اب صحیح البخاری کِتَابُ الصَّوْمِ بَابٌ: الرَّيَّانُ لِلصَّائِمِينَ سے حدیث لی گئی ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریّان کہتے ہیں قیامت کے دن روزہ دار اس سے داخل ہوں گے اور ان کے سوا کوئی اس میں داخل نہیں ہوگا۔ پوچھا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں تو وہ کھڑے ہو جائیں گے ان کے سوا کوئی اس میں سے داخل نہیں ہوگا اور جب وہ داخل ہو جائیں گے تو وہ بند کر دیا جائے گا اور پھر کوئی اس سے جنت میں داخل نہ ہوگا۔‘‘

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین، حدیث نمبر:1896)

لیکن دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ جنت کے سات دروازے ہیں ساتوں سب خدا کے ان بندوں کے لئے کھلے ہیں جو ان دروازوں سے جنت میں داخل ہونے کا حق رکھتے ہیں اور اس موضوع کی اور بھی احادیث ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بہت سے رستے ہیں جن کے ذریعہ سے مومن ضرور ان رستوں سے داخل ہوگا اس لئے ان احادیث کو ظاہر پر محمول نہ کریں۔ یہ نہ سمجھیں کہ ایک گیٹ سے داخل ہو کر پھر دوسرے گیٹ سے نکل آتا ہے۔ پھر دوسرے گیٹ سے داخل ہوتا ہے پھر نکل آتا ہے۔ پھر تیسرے گیٹ سے داخل ہوتا ہے۔ یہ ظاہر پرستوں کی لغویات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کا ذکر فرما رہے ہیں ان کو آپ اس طرح سمجھ لیں کہ سارے دروازے ایک گیٹ کی شکل میں رونما ہو جاتے ہیں۔ ہر نیکی کا دروازہ جس میں سے مومن کو داخل ہونا چاہئے وہ جس

دروازہ سے داخل ہو اس کے اوپر گویا سب نیکیوں کے لیبل لگے ہوں گے اور جو سچا روزہ دار ہے خدا کے نزدیک اس کا گیٹ بھی وہیں سجایا جائے گا۔ اگر ظاہری طور پر گیٹ کا تصور ضرور باندھنا ہے تو اس طرح باندھیں لیکن یہ ظاہری تصور نہیں ہے۔ روحانی طور پر انسان اپنی ہر نیکی کی جزا کو گویا دروازوں کی طرح متمثل ہوتے دیکھے گا لیکن ظاہری گیٹ نہیں ہوں گے اس کی روح محسوس کرے گی کہ میری ہر نیکی کی جزا مجھے دی جارہی ہے اور میں اسی جنت میں داخل ہو رہا ہوں جہاں ایک نیکی بھی نظر انداز نہیں کی گئی۔ اس کے سوا اِس حدیث کا کوئی دوسرا مطلب کرنا اس حدیث کے مضمون سے روگردانی ہے۔

اب بعض لوگوں کے لئے تو شاید روزہ کا ایک فائدہ ایسا دکھائی دے کہ اس پر وہ ضرور لپکیں کیونکہ انسانی فطرت ہے، انسان کوشش کرتا ہے کہ میرے مال میں برکت پڑے اور اس برکت کی خاطر دیکھیں وہ کتنی بے برکتیاں حاصل کر لیتا ہے یعنی برکت ڈھونڈنے نکلا گھر سے اور سارا دن بے برکتیاں سمیٹ کر اپنی ایک پنجابی میں جس کو ''پَنڈ'' کہتے ہیں ''گٹھڑی'' مگر جیسا پَنڈ کا لفظ ہے نا ویسا گٹھڑی میں نہیں مزہ، وہ پَنڈ اٹھائے ہوئے بے برکتیوں کی گھر میں داخل ہوتا ہے۔ نکلتا ہے برکت کے لئے لیکن آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ روزہ میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ تمہارے اموال میں برکت دے گا۔ یہ کیسے ہوگا، اللہ بہتر جانتا ہے مگر رسول اللہ ﷺ کے الفاظ میں آپ کے سامنے پڑھ کے سنا دیتا ہوں۔

سھل بن معاذؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نماز، روزہ اور ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کئے گئے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے۔''

(سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في تضعيف الذكر في سبيل الله عز وجل، حدیث نمبر: 2498)

اب یہ سات سو گنا کا محاورہ یہ چلتا ہے اور اس کی بنیاد قرآن کریم میں بھی ہے اور ویسے ہی سات سو گنا کا لفظ کثرت اموال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہاں جو طریقہ کار ہے وہ غور سے سننے والا ہے۔ کس کے مال میں روزہ برکت ڈالے گا، کس مال میں روزہ برکت ڈالے گا، فرمایا نماز، روزہ اور ذکر اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کئے گئے مال کو بڑھاتا ہے یعنی یہ نہیں کہ آپ نے دُنیا میں کوئی تجارت کرنی ہے تو اس میں برکت پڑ رہی ہے۔ خدا کی راہ میں جو مال خرچ کریں گے اس مال میں برکت پڑے گی

اوراس طرح روزہ دار کے اموال بڑھیں گے اور یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ یہ وعدہ اخروی وعدہ نہیں یا محض اخروی وعدہ نہیں۔اس دُنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو لوگ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے اموال میں مرنے کے بعد نہیں بلکہ اس دُنیا میں بھی لازماً برکت پڑتی ہے لیکن یہ تجارت اور تجارت ہے، یہ قرضہ حسنہ سے تعلق رکھنے والی تجارت ہے جس کا مضمون میں نے پہلے بیان کیا ہے۔پس آپ ﷺ خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بہت زیادہ تیز ہواؤں سے بھی بڑھ کر تیز ہو جایا کرتے تھے۔یوں بیان کیا گیا ہے کہ عام ہوائیں جب چلتی ہیں نرم رو وہ جھکڑ میں تبدیل ہو جائیں تو بڑے زور سے تیزی کے ساتھ،نیکیوں میں تیزی یوں محسوس ہو جیسے آپ آج کل ہواؤں میں دیکھ رہے ہیں عام ہوا چل رہی ہے بڑی اچھی اچھی، تیز چل رہی ہے۔بعض دفعہ اتنے زور سے چلتی ہے کہ آپ کو دھکا پڑتا ہے پیچھے سے۔تو یہ وہ دھکے والی ہوائیں ہیں جو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا اسلوب سکھاتی ہیں کہ رمضان میں اس طرح خرچ کرو جیسے تمہارے اندر وہ جھکڑ چل پڑیں اور تم خدا کی خاطر خرچ کرتے ہوئے گویا دھکے کھاتے کھاتے آگے بڑھ رہے ہو۔یہ وہ مضمون ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایسا کرو گے تو یاد رکھو تمہارے اموال میں بہت برکت پڑے گی۔اب اس کے ساتھ وقت ختم ہو رہا ہے۔